خطبہ جمعہ

تقسیم ملک کے دوران اور وقف اور خدمت کے دوران اپنے وطنوں سے دور حادثاتی یا طبعی موت پانے والے متفرق شہداء کا تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خليفة المسيح الرابع ايده الله تعالىٰ بنصره العزيز - فرمودہ ۱۱/جون ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۱/احسان ۱۳۷۸ہجری شمسی

بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔

الحمدلله رب العلمين ۔ الرحمن الرحيم ۔ ملك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ۔ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (سورة البقره آيات ۱۵۴ تا ۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

اس خطبہ کے شہداء کے ذکر میں بعض ایسے شہداء کا بھی ذکر ہے جو تقسیم ملک کے دوران شہید کئے گئے تھے۔ یہ ذکر پہلے گزر چکا ہے اور بظاہر ختم ہو گیا تھا لیکن چونکہ بعد میں ان کے ورثاء وغیرہ نے یہ اطلاعات بھجوائی ہیں اس لئے ان کا ذکر بھی شہداء کے ذکر کے موجودہ تذکرے میں داخل کر لیا گیا ہے۔ اس تذکرے کے بعد گزشتہ تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے ان شہداء کا ذکر جاری رکھا جائے گا جو وقف اور خدمت کے دوران اپنے وطنوں سے دور حادثاتی یا طبعی موت سے وفات پا گئے۔

سب سے پہلے **مکرم حافظ بشیر احمد صاحب جالندھری** کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ ۸/اپریل ۱۹۱۲ء کو صوفی علی محمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی کے ہاں پیدا ہوئے۔ حافظ صاحب کی والدہ ماجدہ حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب ناظر بیت المال کی چھوٹی ہمشیرہ تھیں۔ حافظ صاحب نے بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کیا۔ ۱۹۲۴ء میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۴ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے مبلغین کلاس میں شامل ہو گئے اور یکم اگست ۱۹۳۶ء کو مبلغ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ وفات سے صرف دو روز قبل لدھیانہ میں ایک تبلیغی دورہ سے واپس آئے۔ آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے ابتدائی دس ارکان میں سے تھے اور نہایت جوش اور اخلاص کے ساتھ مجلس کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ حلقہ وار مجالس کے قیام کے بعد آپ مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت کے زعیم مقرر ہوئے۔ آپ نے نہایت ہی جوش اور اخلاص کے ساتھ مجلس کے لئے انتھک محنت کی۔

سانحہ ارتحال اس طرح پیش آیا کہ ۲/مئی ۱۹۳۸ء کو صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد خدام الاحمدیہ کے دیگر ممبروں کے ساتھ محلہ دارالرحمت کے اجتماعی وقار عمل میں شریک تھے کہ دماغ کی رگ پھٹ گئی۔ آپ کو فوراً نور ہسپتال پہنچایا گیا جہاں ہر ممکن تدبیر کے باوجود پونے نو بجے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ۲/مئی کو بعد نماز عصر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر مقامی کی حیثیت سے باغ میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سانحہ کا مندرجہ ذیل الفاظ میں تذکرہ فرمایا۔ حافظ بشیر احمد صاحب حافظ قرآن، جامعہ کے فارغ التحصیل، وقف کنندہ، خدام الاحمدیہ کے مخلص کارکن اور ان نوجوانوں میں سے تھے جن کے مستقبل کی طرف سے نہایت اچھی خوشبو آ رہی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کچھ اور تھی۔ اس نے خدام الاحمدیہ کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنانا تھا۔ جس جماعت کے بنتے ہی اس کے کارکنوں کو شہادت کا موقع مل جائے اس کے مستقبل کے شاندار ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا اور غیرت مند افراد اپنی روایات کے قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ پس یہ موت تکلیف دہ تو ہے لیکن اس کے پیچھے خدا تعالیٰ کی ایک حکمت کام کرتی نظر آ رہی ہے۔

دوسرے شہید جو ہندوستان کی تقسیم کے دوران شہید ہوئے **عدالت خان صاحب تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور**۔ عدالت خان صاحب قادیان میں دینیات کی متفرق کلاس میں پڑھتے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احمدی نوجوانوں کو تحریک فرمائی کہ دوسرے ممالک میں اپنے ذرائع سے جا کر وہاں احمدیت کی تبلیغ کریں تو عدالت خان صاحب قادیان سے اچانک غائب ہو گئے۔ اس وقت یہی سمجھا گیا کہ شاید وہ پڑھائی سے دلبرداشتہ ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ دراصل عدالت خان صاحب حضور کی تحریک پر فوری تعمیل کی غرض سے سفری دستاویزات کے بغیر افغانستان پہنچ گئے تھے۔ وہاں حکومت نے انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ جیل میں انہوں نے قیدیوں میں تبلیغ شروع کر دی۔ جب حکومت کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے عدالت خان صاحب کو ہندوستان کی سرحد پر لا کر چھوڑ دیا۔

عدالت خان صاحب قادیان آئے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساری روئیداد سنا کر درخواست کی کہ انہیں کسی اور ملک میں جانے کا ارشاد فرمایا جائے۔ حضور نے انہیں فرمایا کہ تم چین چلے جاؤ۔ چین جاتے ہوئے عدالت خان صاحب کو کشمیر کی حکومت نے پاسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے روک لیا۔ سردیوں کا موسم تھا اور عدالت خان صاحب کے پاس لباس وغیرہ واجبی سا تھا۔ آپ کو ڈبل نمونیا ہو گیا اور دو دن بعد وہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کی شہادت میں بھی ایک عظیم الشان نشان احمدیت کے لئے ظاہر ہوا ہے وہ اس طرح کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء کے موقع پر عدالت خان کے ذکر میں ان کا ایک ایمان افروز واقعہ یوں بیان فرمایا "ابھی کشمیر سے چند دوست آئے ہوئے تھے انہوں نے عدالت خان کا ایک عجیب واقعہ سنایا جو سن کر رشک پیدا ہوتا ہے کہ احمدیت کی صداقت کے متعلق اسے اتنا یقین اور وثوق تھا۔ وہ ایک گاؤں میں بیمار ہوا جہاں کوئی علاج میسر نہیں تھا۔ جب اس کی حالت بالکل خراب ہو گئی تو ان دوستوں نے سنایا کہ وہ ہمیں کہنے لگا کہ کسی غیر احمدی کو تیار کرو"۔ اب یہ ترکیب بھی خوب سوجھی ہے ان کو۔ "کسی غیر احمدی کو تیار کرو جو احمدیت کی صداقت کے متعلق مجھ سے مباہلہ کرے۔ اگر کوئی ایسا غیر احمدی مل گیا تو میں بچ جاؤں گا اور اسے تبلیغ بھی ہو جائے گی ورنہ میرے بچنے کی کوئی صورت نہیں"۔

مکرم چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ونجواں ضلع گورداسپور اور **مکرم محمد اسمٰعیل صاحب ابن چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ** صدر جماعت ونجواں۔

چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اس حیثیت سے آپ کو ۱۹۳۹ء میں خلافت جوبلی کے موقع پر لوائے احمدیت کی تیاری میں شمولیت کا موقع ملا۔ یہ چوہدری فقیر محمد صاحب کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے بھی ایک بہت یاد رکھنے والی بات ہے، بہت عظیم الشان واقعہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصولی ہدایت فرمائی تھی کہ لوائے احمدیت کی تیاری میں صرف صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شامل کیا جائے۔ یعنی آغاز سے آخر تک، بیج کی کاشت سے لے کر اس کی برداشت تک اور پھر سوت کاتنے تک ہر مرحلے پر صرف صحابہ کا ہاتھ لگے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ اپنی نگرانی میں کروائیں۔ چوہدری فقیر محمد صاحب نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ارشاد پر اپنے ہاتھ سے کپاس کا بیج بویا، خود پانی دیا، پھر چنا اور صحابیوں سے ہی اس کو دُھنوایا یعنی اس کو دھنکنے والے بھی صحابہ تلاش کر لئے اور اپنے گھر میں اس کو کتوایا۔ آپ نے کچھ اور روئی دی جسے میری والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نگرانی میں قادیان کی صحابیات نے کاتا اور پھر ایک بزرگ صحابی حضرت میاں خیر دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دری باف اور دوسرے صحابہؓ نے مل کر وہ کپڑا تیار کیا۔

واقعۂ شہادت: جب ملک تقسیم ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک مرکز اجازت نہ دے اس وقت تک ارد گرد کے بعض احمدی دیہات کے افراد اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ ونجواں کے لئے بھی یہی حکم تھا۔ چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی چوہدری علی محمد صاحب نماز تہجد ادا کرنے کے بعد نماز فجر کے لئے ابھی صفیں سیدھی ہی کر رہے تھے کہ سکھوں نے حملہ کر دیا اور سب سے پہلے چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی۔ بہت سے احمدی زخمی ہوئے ان میں چوہدری صاحب کے بیٹے محمد اسمٰعیل بھی تھے۔ ملٹری والے انہیں دھاریوال ہسپتال لے گئے وہاں سے ڈسچارج ہو کر اسمٰعیل صاحب قادیان کے لئے روانہ ہوئے تو پیچھے سے گولی مار کر انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

پسماندگان۔ حضرت چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد تین بیٹوں اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ ان کے سب سے بڑے بیٹے مکرم محمد اسمٰعیل صاحب کو تو ۱۹۴۷ء میں ہی شہید کر دیا گیا تھا۔ باقی دونوں بیٹے مکرم احمد علی صاحب اور مکرم فضل الٰہی صاحب بھی اب وفات پا چکے ہیں جبکہ تینوں بیٹیاں خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔ بڑی بیٹی کا نام غلام بی بی ہے، دوسری شریفاں بی بی اور تیسری ناصرہ بی بی صاحبہ۔ حضرت چوہدری صاحب کی اولاد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے اکثر بڑے اخلاص سے اپنے اپنے رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

مکرم محمد منیر صاحب شامی۔ آپ مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب ابو حنیفی کے ہاں تنزانیہ میں ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء کے دوران آپ تعلیم الاسلام کالج قادیان میں بی اے کے طالب علم تھے۔ آپ واقف زندگی تھے اور عربوں سے اپنی ہمدردی کی وجہ سے آپ کو لوگوں نے شامی مشہور کر دیا حالانکہ ملک شام سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن عربوں سے محبت تھی۔

اوصاف حمیدہ۔ آپ خاموش طبع اور محنتی طالبعلم تھے۔ انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ جماعت سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ امام وقت کے ہر حکم پر لبیک کہنے والے تھے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مکرم چوہدری فضل داد صاحب مرحوم لائبریرین تعلیم الاسلام کالج قادیان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے لائبریری کی تقریباً تمام کتب پڑھ لی تھیں۔

واقعہ شہادت۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق اپنے گھر دار الرحمت قادیان بر مکان خان ارجمند خان صاحب مرحوم محلّہ کی حفاظت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ گھر میں دونالی بندوق تھی۔ ادھر ادھر سے سکھوں کے ہونے والے حملوں کے دوران خوب مقابلہ کرتے رہے۔ ایک رات سکھوں نے ان کے گھر کی دیوار پھاند کر اندھیرے میں آپ پر حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ جب خدام کو حکم ہوا کہ وہ ہوسٹل میں جمع ہو جائیں تو آپ کو نہ پا کر جب پتہ کیا گیا تو آپ کو گھر کے صحن میں چت پڑا پایا گیا۔ آپ کی انتڑیاں باہر نکل چکی تھیں اور آپ شہید ہو چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ کے والد صاحب جو ان دنوں تنزانیہ میں تھے وہ بھی اللہ کے فضل سے بہت مخلص انسان تھے۔ دراصل ان سے ہی اخلاص ورثہ میں پایا تھا۔ ان کی ڈائری کے اندراج بتاریخ ۳؍ستمبر ۱۹۴۷ء میں یہ پرخلوص عبارت درج ہے۔ "آج قادیان میں عزیز محمد منیر خان شامی نے شہادت پائی۔ الحمدللہ رب العالمین"۔

پسماندگان۔ آپ غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کے تین بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں۔ سب سے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب آج کل ٹورانٹو میں رہتے ہیں۔ شہید کے دو چھوٹے بھائی بھی تھے محمد معین خان صاحب لاہور میں اور پروفیسر محمد شریف خان صاحب ربوہ میں مقیم ہیں۔ جبکہ ان کی بہن خدیجہ بیگم صاحبہ مانٹریال میں آباد ہیں۔

حمیدہ بیگم اہلیہ عبدالسلام پنڈت صاحب اور عظیم احمد ولد پنڈت عبداللہ صاحب۔ عمر ساڑھے چار سال۔ شہدائے قادیان۔ قادیان میں کرفیو لگا ہوا تھا، جماعت نے محلے کی عورتوں اور بچوں کو فضل حسین صاحب بوٹوں والے کے گھر رکھ کر دشمن کو بے خبر رکھنے کی خاطر گھر سے باہر تالا لگا دیا تھا۔ حملہ آوروں کے جتھے نے تالہ توڑ کر اندر آ کر لوٹ مار اور قتل و غارت شروع کی۔ پنڈت عبداللہ صاحب کے بڑے بیٹے عبدالسلام پنڈت کی اہلیہ حمیدہ بیگم اپنی ایک بھانجی کو بچانے کی کوشش میں شہید کر دی گئیں۔ پنڈت عبداللہ صاحب کا سب سے چھوٹا بیٹا عظیم احمد عمر ساڑھے چار سال اپنے بھائی بابو مسعود کی گود میں تھا حملہ آوروں نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر بھی کاٹ ڈالا اور یہ کم سن موقع پر ہی شہید ہو گیا۔ اس وقوعہ میں پنڈت عبداللہ کے ایک بیٹے پنڈت نصر اللہ صاحب جو آج کل ربوہ میں ڈسٹمپر وغیرہ کا کام کرتے ہیں کو بھی شدید زخمی کر دیا گیا تھا۔

عبدالسلام پنڈت صاحب ہالینڈ والے باسط صاحب کے ابا ہیں۔ ہالینڈ والے عبدالباسط صاحب کو سب جماعت ہالینڈ کے لوگ اُن کے خاص غیر معمولی اخلاص کی وجہ سے جانتے ہیں لیکن جو بیگم ان کی شہید ہوئی تھیں ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ حمیدہ بیگم صاحبہ، سلام صاحب کی پہلی بیگم تھیں۔ دوسری شادی امتہ القیوم صاحبہ سے ہوئی جو ہالینڈ والے عبدالباسط کی والدہ ہیں۔ ان سے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں جو سب خدا تعالیٰ کے فضل سے دین و دنیا میں بہت اچھے ہیں اور ہمیشہ خدمت کے کاموں میں آگے رہتے ہیں۔

بابو عبدالکریم صاحب ابن نواب علی خان صاحب یوسف زئی پونچھ ریاست جموں و کشمیر۔ آپ ۸؍جون ۱۹۳۳ء کو ایک خواب کی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ جماعت میں آپ کی شہرت کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کو ۱۹۳۳ء میں ایک برطانوی فوجی کی حیثیت سے شرق اوسط یعنی مشرق وسطی میں جانے کا موقع ملا تو وہاں آپ نے جامعہ ازہر کی مجلس افتاء کو یہ استفسار بھیجا کہ کیا قرآن کریم اور سنت نبوی سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وفات یافتہ ثابت ہوتے ہیں یا چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اسی استفتاء کے جواب میں الاستاذ محمود شلتوت مفتیٔ مصر نے وفات مسیح کے حق میں اپنا وہ عظیم الشان مدلل فتویٰ دیا جو جماعت کے لٹریچر میں بہت شہرت پا گیا ہے۔ ان پر بہت دباؤ ڈالا گیا علماء کی طرف سے کہ اس فتویٰ کو واپس لے لیں یا اس میں تبدیلی کریں لیکن وہ مرد خدا قائم رہا۔ یہ واقعہ استفتاء کا انہی بابو صاحب سے تعلق رکھتا ہے۔

واقعہ شہادت: بابو عبدالکریم صاحب نے اپنی ملکیتی زمین کا ایک حصہ جماعت احمدیہ پونچھ کی مسجد کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ بابو صاحب کی نگرانی ہی میں یہ مسجد زیر تعمیر تھی اور اسے جموں کے سات آٹھ احمدی معمار تعمیر کر رہے تھے کہ ملک کی تقسیم ہو گئی۔ پونچھ شہر میں مظفر آباد آزاد کشمیر سے جو ہندو اور سکھ ہجرت کر کے آئے تھے انہوں نے اس وقت جب اس زیر تعمیر مسجد میں عصر کی نماز ہو رہی تھی اور **محترم بابو عبدالکریم صاحب کے علاوہ جموں کے سات آٹھ احمدی معمار بھی شامل تھے مسجد پر حملہ کر کے ان سب کو شہید کر دیا** اور پھر **بابو عبدالکریم صاحب کے مکان پر حملہ کر کے ان کی والدہ صاحبہ اور پہلی بیوی کو بھی شہید کر دیا۔** دوسری بیوی اپنی بچی سمیت حملہ آوروں سے بچ گئیں۔ حکومت نے ان سب شہداء کو پونچھ جیل سے متصل قبرستان میں

دفن کردیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

خواجه محمد عبدالله لون صاحب مولوی فاضل آف آسنور کشمیر۔ آپ مولوی حبیب اللہ صاحب لون، صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند تھے۔ قادیان سے ۱۹۳۶ء میں مولوی فاضل کیا اور کشمیر میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہوگئے۔ تقسیم ملک کے وقت آپ اپنے گاؤں آسنور میں تھے، دو ماہ بعد اکتوبر میں جب سکول کھل گئے تو آپ ڈیوٹی پر جموں آگئے جو اُن دنوں ہندو مسلم فسادات کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ اس دوران حکومت نے اعلان کیا کہ جو مسلمان پاکستان جانا چاہتے ہیں وہ کل ایک مقررہ جگہ پہنچ جائیں۔ اس طرح حکومت دھوکہ کے ساتھ بکثرت مسلمانوں کے قتل عام کو ترویج دے رہی تھی۔ بظاہر تو یہ اعلان ان کے لئے نجات کا اعلان تھا مگر جال میں پھنسانے کا ایک طریقہ تھا۔ جب یہ بسیں اکھنور کے قریب پہنچیں تو ہندوؤں اور سکھوں نے ان بسوں پر حملہ کردیا اور ہزاروں مسلمان مرد اور عورتوں کو شہید کردیا۔ خواجہ محمد عبداللہ صاحب بھی ان شہید ہونے والوں میں شامل تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم بہت شریف النفس اور عبادت گزار تھے۔ بہت خوش الحان تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت بہت خوش الحانی اور سوز کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ آپ کی شادی خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ڈار رئیس آف آسنور کی صاحبزادی مریم بیگم صاحبہ سے ہوئی جو ابھی آسنور میں زندہ ہیں۔ آپ کی بیٹی عائشہ بیگم صاحبہ اسلام آباد میں رہتی ہیں اور دو بیٹے نعمت اللہ اور مطیع اللہ صاحب آسنور تحصیل کولگام میں ہیں۔ نعمت اللہ صاحب پچھلے سالوں میں جماعت احمدیہ آسنور کے پریذیڈنٹ بھی رہے ہیں۔

مکرم حاجی فضل محمد خان صاحب اور آپ کا بیٹا۔ شہادت ۱۹۵۷ء۔ حاجی صاحب بہت علم دوست، سادہ مزاج اور متقی انسان تھے۔ عرصہ دراز سے احمدی تھے۔ آپ جاجی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور پیواڑ کوتل کے قریب ایک گاؤں کے باشندے تھے۔ حاجی صاحب پشاور سول کوارٹرز کی مسجد میں نقیب ہوا کرتے تھے۔ وہاں مجھے بھی ان سے ملنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں وہاں کسی خدام الاحمدیہ یا وقف جدید کے دورے پر تھا جب میں ان سے ملا اور مجھے یاد ہے وہ لمحہ جب سیڑھیوں میں بڑے جوش سے وہ مجھے دیکھ کر اتر رہے تھے۔ وہیں ایک دن ۱۹۵۷ء میں ان کے رشتہ دار آئے اور قرآن کریم پر حلف اٹھا کر تسلی دی کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں، ہم ہر طرح آپ کو اچھی حالت میں رکھیں گے۔ مگر ان کے دل میں ان کے قتل کا ارادہ تھا تاکہ ان کی جائیداد پر قبضہ کرلیں۔ حاجی صاحب بہت سادہ دلی سے ان کے حلف پر اعتبار کرکے چلے گئے۔ وطن پہنچ کر ان کے رشتہ داروں نے ان پر حملہ کردیا اور ان کو اور ان کے خورد سالہ بچے کو شہید کردیا اور ان کی بیوی اور لڑکی پر قبضہ کرلیا۔ حکومت افغانستان نے ان مظالم کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کی بیوی اور لڑکی کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی دوبارہ احمدیت میں کھینچ لائے۔

مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب شہدائے بنگلہ دیش۔ ۳ر نومبر ۱۹۶۳ء کو احمدیہ مسلم جماعت برہمن بڑیہ کا سالانہ جلسہ بعد نماز مغرب لوک ناتھ ٹینک کے میدان میں مکرم سید سہیل احمد صاحب سی ایس پی کی زیر صدارت شروع ہوا۔ سید سہیل احمد صاحب سی ایس پی آج کل اسلام آباد میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اور ان کا سارا خاندان بہت مخلص ہے۔ وہ اس وقت ڈھاکہ میں حکومت کے ڈپٹی سیکرٹری بھی تھے اور خدام الاحمدیہ میں اسسٹنٹ ریجنل قائد کے عہدہ پر فائز تھے۔ یعنی بڑے عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود بھی انہوں نے خدمت دینیہ سے سر مو انحراف نہیں کیا۔ بڑی جرأت سے عہدے لیا کرتے تھے اور بڑی جرأت سے اور عمدگی سے ان کو نبھاتے تھے۔

جلسہ شروع ہوئے دس پندرہ منٹ گزرے تھے کہ ملاؤں نے ہلہ بول دیا اور جلسہ گاہ پر شدید پتھراؤ کیا۔ مخالفین نے جلسہ گاہ کی بجلی کی تاریں کاٹ دیں جس سے سارے علاقے میں اندھیرا چھا گیا۔ لوگ ادھر ادھر بکھر گئے۔ محترم سید سہیل احمد صاحب اور بعض دوسرے احمدیوں نے کرسیاں سر پر رکھ کر اپنی حفاظت کی۔ مخالفین کے ہلہ بولنے کے بہت دیر بعد پولیس جب وقوعہ پر پہنچی تو وہ اس طوفانی بارش کے بعد نظر آئی جو خدا تعالیٰ نے اس موقع پر معجزانہ طور پر نازل فرمائی تھی اور جس سے خود دشمن ہی تتر بتر ہوچکا تھا۔ دشمن کے اس حملہ کے نتیجہ میں بہت سے احمدی احباب زخمی ہوئے جنہیں رات کے وقت برہمن بڑیہ ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ ان میں سے دو دوست مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب کی حالت بہت نازک تھی اور وہ شدید زخموں سے جانبر نہ ہوسکے اور اگلے روز ۴ر نومبر ۱۹۶۳ء کی صبح کو دونوں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے اور شہادت کا رتبہ پایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

شہید عثمان غنی صاحب شاہ ٹوریہ ضلع مانک گنج کے رہنے والے تھے اور اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔ نہایت مخلص، خاموش طبع، خدمت گزار اور نرم خو شخصیت کے حامل تھے احمدی ہونے کے بعد فوج میں بھرتی ہوکر کراچی چلے گئے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد موصوف سلسلہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۵ برس تھی اور آپ غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کی تبلیغ سے آپ کے چھوٹے بھائی جناب ڈاکٹر اولاد حسین صاحب اور آپ کی ہمشیرہ احمدی ہوئیں۔

شہید عبدالرحیم صاحب برہمن بڑیہ ضلع تاروان گاؤں کے رہنے والے تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۴۷ سال تھی۔ خاموش طبع اور عبادت گزار تھے۔ آپ بھی ریٹائرڈ فوجی تھے۔ شہادت کے وقت ان کے دو بچے اور تین بچیاں تھیں جو سب سلسلہ سے اخلاص کا تعلق رکھتے ہیں۔ بڑے بیٹے مکرم مسلم صاحب سرکاری ملازم ہیں اور چھوٹے بیٹے مکرم رستم صاحب آج کل بلجیم میں مقیم ہیں۔

اب میں ازسرنو **وقف اور خدمت کے دوران اپنے وطنوں سے دور حادثاتی یا طبعی وفات پانے والے شہداء کا تذکرہ** کرتا ہوں۔

سب سے پہلے **مکرم عبدالرحمن صاحب سماٹری**۔ آپ سماٹرا انڈونیشیا سے ۱۹۳۸ء کے شروع میں قادیان دینی تعلیم کے حصول کے لئے تشریف لائے۔ آپ سے قبل آپ کے دو بڑے بھائی مولوی ابوبکر ایوب صاحب اور مولوی محمد ایوب صاحب بھی اسی غرض سے قادیان آ چکے تھے۔ آغاز میں آپ اردو سے بالکل بے بہرہ تھے لیکن دن رات محنت کرکے بہت جلد اردو زبان سیکھ لی۔ بعد میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لے کر تیسری اور چوتھی جماعت کا امتحان اکٹھا دے کر کامیاب ہوئے۔ وفات کے وقت آپ مدرسہ احمدیہ کی چھٹی جماعت میں پڑھ رہے تھے اور اپنی جماعت کے چوٹی کے طلباء میں تھے۔ آپ احمدیت کے شیدائی تھے اور زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اور آپ کے خاندان سے بڑی محبت تھی۔

آپ ٹائیفائیڈ کی وجہ سے ایک ماہ تک بستر مرگ پر رہے۔ اس عرصہ میں تکلیف کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ آخر ۱۳ر اگست ۱۹۴۱ء کو صبح سات بجے وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ اگرچہ موصی تو نہ تھے مگر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از راہ شفقت قواعد الوصیت کی شرط نمبر ۴ کے تحت کہ "ہر ایک صالح جس کی کوئی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کرسکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہوسکتا ہے"۔ آپ کی بہشتی مقبرہ میں تدفین کی اجازت فرمائی۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۲۴ سال تھی۔

محترمہ فضل بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب مبلغ بلاد عربیہ فلسطین و مغربی افریقہ۔ آپ ۱۹۳۸ء میں اپنے میاں چوہدری محمد شریف صاحب کے ساتھ قادیان سے فلسطین گئیں۔ ۱۹۴۳ء میں کبابیر فلسطین میں ہی وفات پاگئیں۔ آپ کبابیر کے احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئیں۔ آپ موصیہ تھیں اس لئے بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے نام کا کتبہ نصب ہے۔ یہ خود فلسطینی نہیں تھیں، ان کی فلسطینی بیوی دوسری ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ آپ کے بطن سے ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ چھوٹا بیٹا آپ کی وفات کے چند دن بعد وفات پاگیا تھا۔ بڑے بیٹے مکرم عبدالرشید شریف، ڈپٹی سیکرٹری محکمہ صحت حکومت پنجاب تھے جنہیں اکتوبر ۱۹۹۸ء میں لاہور میں بعض شرپسندوں نے شہید کردیا۔ آپ کی بیٹی امۃ الحمید صاحبہ کی شادی چوہدری غلام رسول صاحب ٹھیکیدار کے بیٹے عبدالمجید ایم۔اے۔ کے ساتھ ہوئی تھی۔ ان کے پانچ بیٹے ہیں جو بفضلہٖ تعالیٰ سبھی مخلص ہیں۔ عزیزم بشیر شریف صاحب جو انگلستان کی جماعت کے بڑے مخلص کارکن ہیں چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم کی دوسری اہلیہ کی اولاد ہیں جو فلسطینی تھیں اور ربوہ میں رہتی ہیں۔ اور ان کی ایک بہن امیر صاحب کینیڈا کی پہلی بیگم کی وفات کے بعد ان سے بیاہی گئی ہیں۔

سید رضوان عبدالله صاحب ابن سید عمر ابوبکر آفندی خرطوم سوڈان۔ آپ دسمبر ۱۹۵۰ء میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ آئے اور جامعہ احمدیہ احمد نگر میں داخلہ لیا۔ آپ بہت ذہین تھے۔ آپ نے چند ماہ میں ہی اردو بولنی اور لکھنی پڑھنی سیکھ لی اور ہر امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ آپ جامعہ احمدیہ کی بزم تعلیم البیان کے بانیوں میں سے تھے۔ آپ ۲۶ر اگست ۱۹۵۳ء کو جامعہ احمدیہ کے طلبہ کے ساتھ دریائے چناب پر نہانے گئے۔ عصر کی نماز کے لئے وضو کر رہے تھے کہ پاؤں پھسل جانے سے دریا میں ڈوب گئے اور اس غریب الوطنی کے عالم میں شہید ہوگئے۔ مرحوم اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپ کو پہلے امانتاً عام

قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اگرچہ آپ موصی نہیں تھے مگر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے آپ بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ یعنی آپ کی امانت وہاں منتقل کردی گئی۔

آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مضمون "رضوان عبداللہ کی المناک وفات" کے عنوان سے سپرد قلم فرمایا جس میں لکھا "رضوان جو کئی ہزار میل کی مسافت کرکے علم دین کی تحصیل کی غرض سے ربوہ آیا تھا اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے اپنے والدین کا سب سے بڑا بچہ تھا۔ ایک بہت ہی شریف اور ہونہار اور دیندار لڑکا تھا۔.........

رضوان مرحوم سب سے پہلے لاہور میں مجھے ملا اور عربی زبان میں باتیں کرتا رہا اور پھر ہم نے اسے ربوہ بھجوانے کا انتظام کردیا۔ اس وقت میری طبیعت پر رضوان کی شرافت کا خاص اثر تھا۔ کم گو، شریف مزاج، بے شر، مخلص، دینی جذبات سے معمور اور ہونہار۔ یہ وہ اثر ہے جو ہر وہ شخص جو رضوان سے ملا اس کے متعلق قائم کرتا رہا ہے"۔

مکرمہ سیدہ طینت صاحبہ اہلیہ سید جواد علی صاحب مبلغ امریکہ مرحوم۔ آپ ادیب عالم تھیں اور میٹرک تک تعلیم یافتہ تھیں۔ آپ نے اپنی زندگی اسلام اور احمدیت کی خدمت کے لئے ۱۹۵۲ء میں پیش کی جسے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمالیا اور پھر ۱۹۵۳ء میں آپ کا نکاح بھی ایک واقف زندگی یعنی سید جواد علی شاہ صاحب سے کروا دیا۔ ۱۹۵۴ء میں مکرم شاہ صاحب کو امریکہ میں بطور مبلغ سلسلہ بھجوایا گیا تھا۔ دسمبر ۱۹۵۷ء میں آپ کو بھی یعنی مرحومہ کو اپنی تین سالہ بچی کے ہمراہ امریکہ اپنے میاں کے پاس بھجوادیا گیا۔ مارچ ۱۹۵۸ء کے آغاز میں آپ کو دل کی تکلیف ہوئی اس کی وجہ سے آپ ہسپتال میں زیر علاج تھیں کہ نمونیہ کا ایسا سخت حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکیں۔ آخر ۱۶ر مارچ ۱۹۵۸ء کو وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں ایک بچی چھوڑی ہے۔ آپ کی تدفین امریکہ ہی میں ہوئی۔

محترمہ بشریٰ منیر ایم۔ ایس۔ سی، ایم فل بنت چوہدری علیم الدین صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد۔ آپ کی شادی منیر احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی، بی۔ ایڈ، ابن مولوی محمد صدیق صاحب سابق انچارج خلافت لائبریری سے ہوئی تھی۔ نصرت جہاں سکیم کے تحت احمدیہ سکول جورو، سیرالیون میں خدمت سرانجام دے رہی تھیں کہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو زچگی کے دوران بتیس سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ میت ربوہ پہنچنے پر ۲۰ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو آپ کو قطعہ شہداء قبرستان عام نمبر ایک ربوہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کی شہادت کے وقت کوئی اولاد نہ تھی۔

مکرم و محترم مولوی حنیف یعقوب صاحب مبلغ ٹرینیڈاڈ۔ وفات ۶ر نومبر ۱۹۸۶ء۔ آپ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور مولانا محمد اسحاق ساقی صاحب مبلغ ٹرینیڈاڈ کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ ۱۹۵۴ء میں آپ ربوہ تشریف لے گئے اور خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کردی۔ ربوہ میں تین سال کی تربیت کے بعد ۱۹۵۷ء میں ٹرینیڈاڈ تشریف لائے اور بطور مبلغ کام شروع کیا۔ ۲۶ر سال مسلسل ٹرینیڈاڈ میں خدمت دین کی توفیق پائی۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کو گیانا بطور مبلغ بھجوایا گیا اور خدمت دین کے دوران ہی ۲۶ر نومبر ۱۹۸۶ء کو گیانا میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ چونکہ خدمت دین کرتے ہوئے اپنے وطن سے دور فوت ہوئے اس لئے ان کو بھی شہداء میں شامل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گیارہ بچوں سے نوازا جن میں سے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں زندہ موجود ہیں اور اخلاص کے ساتھ جماعت سے وابستہ ہیں۔

ڈاکٹر قدسیہ خالد ہاشمی صاحبہ اہلیہ خالد ہاشمی صاحب۔ آپ ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئیں۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کرنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں آپ کی شادی ڈاکٹر خالد ہاشمی صاحب کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے وقت آپ احمدی نہیں تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی اجازت سے شادی ہوئی تھی۔ ۱۹۷۲ء میں آپ نے احمدیت قبول کی تھی اور ۱۹۷۴ء میں نصرت جہاں سکیم کے تحت زندگی وقف کرنے کے بعد اپنے خاوند ڈاکٹر خالد ہاشمی صاحب کے ساتھ ٹیچی مان غانا میں بطور لیڈی ڈاکٹر تقرر ہوا۔ انتہائی نامساعد حالات میں صبر و شکر اور محنت کے ساتھ آپ نے ہسپتال کو بہت ترقی دی۔

واقعہ شہادت: ۶ر فروری ۱۹۸۸ء کو جب میں غانا کے دورہ پر اکرا پہنچا تو یہ وہاں استقبال کے لئے تشریف لائی ہوئی تھیں۔ ائرپورٹ سے واپس اپنے سنٹر ٹیچی مان جاتے ہوئے کار کے حادثہ میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ۱۹۸۸ء کے جلسہ سالانہ غانا کے موقعہ پر میں نے پچیس تیس ہزار احباب کی موجودگی میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ احمدیہ ہسپتال ٹیچی مان کے احاطہ میں انہیں دفن کیا گیا۔ موصیہ بھی تھیں اس لئے بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کا یادگاری کتبہ نصب ہے۔ مرحومہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ان کے میاں خالد ہاشمی صاحب آج کل وینکوور کینیڈا میں ہیں۔ احمدیہ ہسپتال ٹیچی مان کی نئی عمارت میں جو میٹرنٹی وارڈ ہے وہ انہی کے نام پر "قدسیہ وارڈ" کہلاتا ہے۔

حافظ عبدالوہاب بلتستانی۔ تاریخ وفات 14 اکتوبر ۱۹۸۸ء۔ مکرم حافظ عبدالوہاب صاحب، مولوی غلام محمد صاحب بلتستانی کے بڑے بیٹے تھے۔ مولوی غلام محمد صاحب بلتستان کے پہلے احمدی تھے جو سیاچین گلیشیئر کے نیچے دُم سُم کے دُور دراز علاقہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دست مبارک پر بیعت کی تو حضور نے اسی موقعہ پر آپ سے کہا کہ اپنے بچوں کو ربوہ لائیں اور حصول تعلیم کے لئے انہیں یہاں کے تعلیمی اداروں میں داخل کرائیں۔ چنانچہ انہوں نے عبدالوہاب کو مدرسۃ الحفظ میں داخل کرایا۔ تین سال میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد حافظ صاحب جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ۱۹۸۴ء میں شاہد پاس کرکے گلگت اور شمالی علاقہ جات میں مربی مقرر ہوئے۔ اسی دوران آپ کے دماغ میں ٹیومر ہوگیا۔ کراچی میں آپ کا اپریشن بھی ہوا مگر صحت روز بروز گرتی گئی اور ۱۴ر اکتوبر ۱۹۸۸ء کو آپ فضل عمر ہسپتال ربوہ میں وفات پاگئے۔ موصی تھے اس لئے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم جوانی میں ہی عابد و زاہد اور تہجد گزار تھے۔ آپ شادی شدہ نہیں تھے۔ مرحوم کے والد مولوی غلام محمد صاحب کچھ ہی عرصہ پہلے مارچ ۱۹۹۹ء میں وفات پاچکے ہیں۔ آپ کے بھائی ثناء اللہ نے بھی ربوہ سے بی۔ اے پاس کیا ہے اور آپ کی چھوٹی ہمشیرہ خدیجہ محترم سید عبدالحئی شاہ صاحب کے زیر کفالت پل رہی ہیں۔

اب یہ آخری تذکرہ ہے ایک تازہ واقعہ کا۔ **محترمہ امۃ المتین صاحبہ اہلیہ محترم محمد افضل ظفر صاحب۔** تاریخ وفات ۳ر مئی ۱۹۹۹ء۔ محترمہ امۃ المتین صاحبہ بنت چودھری محمود احمد صاحب (عرضی نویس وفات: ۲۶ر فروری ۱۹۷۸ء) ہمارے مبلغ فجی مکرم محمد افضل ظفر صاحب کی اہلیہ تھیں۔ چوہدری محمود احمد صاحب عرضی نویس کو میں ذاتی طور پر بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ سنڈیکیٹ میں بھی ملازم رہے جس میں میں ان دنوں انچارج ہوا کرتا تھا اور اس کے علاوہ وقف جدید میں بہت آنا جانا تھا۔ بہت ہی نرم مزاج، خوش اخلاق، بہت ہی پیار کرنے والی طبیعت جس سے لوگوں کے دل موہ لیا کرتے تھے۔ افضل ظفر صاحب انہی کے داماد تھے۔

۳ر مئی سوموار کو محترم محمد افضل صاحب مربی سلسلہ کے اہل خانہ بیگم اور بچے ایک اَور احمدی خاندان کے ساتھ لمباسہ سے سمندر کی طرف پکنک کے لئے گئے۔ پکنک سمندر میں ایک جزیرے پر منائی گئی۔ پکنک کے بعد سمندر کے اوپر چڑھنے کا وقت ہوچکا تھا۔ چنانچہ سمندر میں جوش آچکا تھا اور لہریں بہت زور دکھارہی تھیں۔ چنانچہ جزیرے سے واپس آتے ہوئے اچانک کشتی ایک بڑی لہر سے ٹکرانے کے نتیجہ میں الٹ گئی اور کشتی پر سوار تمام افراد ڈوب گئے۔ افسوس ہے کہ اس سانحہ میں جو آٹھ افراد جاں بحق ہوگئے ان میں **محترمہ امۃ المتین صاحبہ اور ان کے چار بچے عزیزہ ناصرہ ظفر صاحبہ عمر پندرہ سال، عزیزہ سارہ ظفر عمر بارہ سال، عزیزہ رابعہ بشریٰ عمر ساڑھے دس سال اور عزیز عطاء المنعم اکمل عمر چھ سال شامل تھے۔** اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

محمد افضل ظفر صاحب کے بچوں میں سے صرف دو بیٹیاں عزیزہ طاہرہ ظفر عمر چودہ سال اور عزیزہ عطیۃ المنعم عمر پانچ سال بچیں جو اس کشتی پر سوار تھیں جس میں محمد افضل ظفر صاحب بھی سوار تھے۔ اور یہ کشتی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچ گئی اور ان کی حالت بہت دردناک ہے۔ ان کے لئے میں دعا کی تحریک کرتا ہوں اگرچہ بچنے والوں نے، افضل صاحب نے بھی اور ان کی دو بچیوں نے بھی غیر معمولی صبر کا نمونہ دکھایا ہے ان سب غرق ہونے والے شہداء کو اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ مولوی محمد افضل ظفر صاحب کا خاندان تو خاص طور پر دوہری شہادت کا رُتبہ پاگیا ہے۔ ایک غریق کی شہادت جس کا خود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ذکر فرمایا اور دوسرے ایک واقفِ زندگی کی بیگم ہونے کے لحاظ سے اپنے وطن سے دُور خدمت کے دوران انہیں اور ان کے بچوں کو جو حادثہ پیش آیا اس کی وجہ سے انہیں شہادت کا ایک اور مرتبہ بھی نصیب ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو غریق رحمت فرمائے۔

آج کی فہرست عین وقت کے مطابق ختم ہوئی ہے۔ باقی انشاء اللہ اگلے جمعہ سے پھر شہداء کا تذکرہ شروع کیا جائے گا۔ ابھی تو بہت بڑی فہرست باقی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ کب تک سلسلہ چلے گا۔